R. No. 2186/57

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

Date
1-8-15-22

Phone—29
Annual Rs. 4/-
Per Copy–12 P.

جلد ۲۶ - شمارہ ۲۴۵ | ایڈیٹر: آل احمد سرور | ۲۲ جون ۱۹۶۷ء

ڈاکٹر سید سلیمان حسین

برق لکھنوی — شاگرد ناسخ

مرزا محمد رضا نام، برق اور رضا تخلص[1]، مولانا کاظم علی صاحب مجتہد کے بڑے بیٹے تھے، فتح الدولہ بخشی الملک کا خطاب نواب واجد علی شاہ نے دیا تھا جن کے یہ ندیم خاص اور استاد تھے۔

برق کے والد جناب غفران مآب مولانا سید دلدار علی مجتہد مرحوم کے شاگرد رشید، عالم باعمل فقیہ و مجتہد تھے ان کا ذکر تکملہ "نجوم السماء" میں تفصیل سے ملتا ہے۔ صاحب تذکرہ بے بہا، تاریخ العلما، سید محمد حسین نوگانوی نے ان کے بارے میں تاریخ "آئینۂ حق نما" کے حوالہ سے لکھا ہے۔

"جناب علی القاب عالم عامل دینیہ عارف... بمعارف یقینیہ خبیر و محقق... مرزا کاظم علی صاحب... بنہایت سلیم الطبع وحید الذہن و ذکا تھے اور مرتبۂ علیا پر فائز تھے۔ آپ جناب غفران مآب علیہ الرحمہ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ مباحثہ و مناظرہ سے شوق نہ تھا کتب دینیہ و تدریس و علم فقہ و اصول میں اشتغال تام رکھتے تھے... صلاح و تقدس میں اپنے امثال و اقران پر فوق رکھتے تھے لکھنؤ کے روسا و امرا میں تھے"[2]

۱۲۴۹ھ میں انتقال کیا۔ شعرائے معاصرین نے بکثرت تاریخیں کہیں جن میں ان کے علم و فضل، تقدس اور شجاعت وغیرہ کی طرف تلمیح کی گئی۔

[1] دیوان کے آخری قطعات میں رضا تخلص بھی آیا ہے جس کی بنیاد پر یہ نتیجہ قائم کیا گیا، شیخ ناسخ کے انتقال کی تاریخ ملاحظہ ہو —

سال تاریخ رضا موزوں کرد — آہ استاد جہاں ناسخ بود
۱۲۵۴ھ

تاریخ انتقال حسین علی خاں بہادر آثر —

رقم نمود رضا سال فوت آں مغفور — بگو تا نداز آثر ہائے دہان کلام
۱۲۵۸ھ

[2] صفحہ ۲۹۵

برق ۱۲۰۵ھ کے لگ بھگ لکھنؤ میں پیدا ہوئے اور یہیں ان کا نشو و نما ہوا لیکن تحصیل علمی کا حال معلوم نہیں، چوں کہ علمی خاندان سے تعلق تھا اس لیے خیال ہے کہ عربی و فارسی کے درسیات اپنے والد سے پڑھ کر شاعری کی طرف متوجہ ہوئے ہوں گے۔ وہ شیخ ناسخ کا زمانہ تھا، ہر طرف ان کی شاعری کا سکہ چل رہا تھا لہذا انھیں کے آگے زانوئے تلمذ تہ کیا اور شعر و سخن کی طرف متوجہ ہوئے۔ طبیعت رسا پائی تھی اس لیے تھوڑے ہی عرصہ کی مشق اور استاد کی توجہ سے اچھا کہنے لگے اور ناسخ کے ممتاز شاگردوں میں گنے جانے لگے۔

سید علی حیدر نظم طباطبائی مرحوم کا بیان ہے کہ ان کے خاندان کے سب لوگ فصحائے لکھنؤ و میرزایان شہر میں سے تھے ... بڑے بہادر، صاحب جوہر، بانکیت و جنگیت اور مشہور قدیم خاندان میں شمار ہوتے تھے[1] چنانچہ برق بھی بانکپن میں بڑی شہرت رکھتے تھے، بانک، بنوٹ اور دوسرے فنون حرب و ضرب سے اچھی طرح واقف تھے۔ ان کے معاصر سعادت خاں ناصر کا بیان ہے: "لاغر اندام، عالم شباب میں بڑے بانکے اور خانہ جنگ بہادر و جری تھے"[2]

نجابت حسین خاں جو پٹنہ سے ۱۲۵۹ھ میں لکھنؤ کا محرم دیکھنے کی غرض سے یہاں آئے تھے انھوں نے اپنے "روزنامچے" میں برق سے اپنی ملاقات اور ان کی بہادری کا حال لکھا ہے۔ خاں صاحب کا بیان ہے "گندمی رنگ، پست قامت، ہاتھ پاؤں لاغر، ایام جوانی میں ذرا جوش سے اکثر خانہ جنگیوں میں مبتلا ہوئے اور زخم کھائے ہیں جن کے متعدد نشانات اعضا پر موجود ہیں"[3]

تذکرہ نویس ان کے اخلاق و عادات کے مداح ہیں، چنانچہ مصحفی نے ان کو "مہذب اخلاق"[4] ناصر لکھنوی نے "مجمع خوبی از پا تا فرق، خلق و علم میں ضرب المثل اور حسن پرستی میں زبان زد عام"[5] اور عشقی لکھنوی نے "بادضع، مہذب، خلیق اور جگت آشنا"[6] کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ (باقی آئندہ)

[1] بحوالہ مضمون [illegible]، رسالہ ادیب بابت ماہ اپریل ۱۹۱۱ء
[2] تذکرہ خوش معرکۂ زیبا (قلمی)
[3] سوانح لکھنؤ، معاصر پٹنہ
[4] تذکرہ ریاض الفصحا
[5] تذکرہ خوش معرکۂ زیبا (قلمی)
[6] "شعلۂ جوالہ" مجموعہ واسوخت

امریکہ میں غالب کی صد سالہ برسی کا پروگرام

غالب کے مداحوں کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ ۱۹۶۹ء میں ہونے والی غالب کی صد سالہ برسی کے موقع پر امریکہ میں مناسب تقریب منانے اور مطبوعات کا اہتمام کرنے کے لیے ایک کمیٹی بنائی گئی ہے۔ اس کمیٹی میں مختلف امریکی یونیورسٹیوں کے وہ اساتذہ شریک ہیں جن کو اردو زبان سے خاص شغف ہے۔ کمیٹی نے پروگرام کا جو خاکہ تیار کیا ہے وہ حسب ذیل ہے:

۱۔ ۱۹۶۹ء میں ہندوستان یا پاکستان سے ایک یا دو اردو ادب کے ماہرین امریکہ آکر غالبیات یا اردو ادب کے دیگر موضوعات پر لکچر دیں گے۔ یہ لکچر مختلف یونیورسٹیوں میں ہوں گے۔

۲۔ پبلک لکچر کے علاوہ یہ علما ان سمینار میں بھی حصہ لیں گے جو کسی تعلیمی ادارے مل کر منعقد کریں گے اور جن کا موضوع اردو ادب ہوگا۔

۳۔ غالب کی بہترین غزلوں کا انگریزی میں شعری ترجمہ شائع کیا جائے گا۔ یہ کام اردو کے ماہرین بعض امریکی شعرا کی مدد سے کریں گے۔

۴۔ غالب کی حیات اور شاعری پر جو اعلیٰ معیار کے مضامین اب تک اردو میں شائع ہو چکے ہیں ان کا ایک انتخاب انگریزی ترجمہ میں شائع کیا جائے گا تاکہ اردو کے کام سے انگریزی داں طبقہ بھی واقف ہو سکے۔

۵۔ شکاگو سے شائع ہونے والا انگریزی ادبی رسالہ "محفل" اس سال ایک خاص غالب نمبر شائع کرے گا۔

چودھری محمد نعیم
کنوینر، غالب کمیٹی، شکاگو یونیورسٹی

مرزا غالب کا صد سالہ جشن: ایشیا اور یورپ کے تمام ادبی ادارے مدعو کیے جا رہے ہیں

اردو شاعری کو جوہر معنی سے آشنا کرنے والے آتش نوا شاعر مرزا اسد اللہ خاں غالب کی سو سالہ برسی ۱۹۶۹ء میں منانے کی تیاریاں شروع ہو گئی ہیں۔ یہ صد سالہ جشن غالب منانے کے لیے جو کمیٹی بنائی گئی ہے اس کے سربراہ صدر جمہوریہ ڈاکٹر ذاکر حسین ہیں۔ کمیٹی کی طرف سے جاری کیے گئے ایک پریس نوٹ میں کہا گیا ہے کہ ایشیا اور امریکہ کی تمام یونیورسٹیوں اور ادبی اداروں کو ان تقریبات میں حصہ لینے کے لیے مدعو کیا گیا ہے۔ (قومی آواز)

بچوں کے ادب سے متعلق انعامی مقابلہ

نئی دہلی۔ مرکزی وزارت تعلیم نے بچوں کے ادب سے متعلق ۱۲ویں انعامی مقابلے کے لیے بچوں سے متعلق ادب پر بہتی کتابیں اور قلمی نسخے طلب کیے ہیں۔ ان کے موصول ہونے کی آخری تاریخ ۳۱ اگست ۱۹۶۷ء ہے۔ ایسی دلچسپ کتابیں اور قلمی نسخے جو بچوں کے لیے مناسب ہیں اور جو یکم جنوری ۱۹۶۵ء یا اس کے بعد شائع کیے جا چکے ہیں، اس انعامی مقابلے کے لیے بھیجے جا سکتے ہیں۔ لیکن درسی کتب اس مقابلے کے لیے قبول نہ کی جائیں گی۔

وزارت تعلیم کی طرف سے ہر کتاب یا قلمی نسخے کے لیے ایک ایک ہزار روپے کے ۱۵ انعامات پیش کیے جاتے ہیں۔ ان میں سے دو انعامات ہندی زبان کی کتابوں یا قلمی نسخوں کے لیے اور ایک ایک انعام آسامی، بنگالی، گجراتی، کنڑ، کشمیری، ملیالم، مراٹھی، اڑیہ، پنجابی، سندھی، تامل، تیلگو اور اردو زبان کی کتابوں یا قلمی نسخوں کے لیے دیا جاتا ہے۔

یہ کتابیں یا قلمی نسخے وزارت تعلیم کے اسسٹنٹ تعلیمی مشیر سیکشن بی۔ ایس۔ ای۔ ۳ نئی دہلی کے پتے پر بھیجے جانے چاہئیں۔

اردو ادب کے موضوع پر سوویت رسالہ

اردو ادب کے بعض مصنفین کی تخلیقات کے تجزیے سے روسی ادبا کے لکھے ہوئے متعدد دلچسپ رسالے اور مضامین شائع ہوئے ہیں ان میں سے خاص طور پر قابل ذکر گلوبائی گلیبوت اور الیکسی سوخوچیف کا نیا رسالہ ہے جس کا نام "اردو ادب" ہے۔ سوویت علوم شرقیہ کی تاریخ میں پہلی بار کتاب کے مصنفوں نے اس اردو ادب کی تاریخ ابتداء سے موجودہ زمانے تک پیش کی ہے۔ اس کتاب کے ضمیمے کے طور پر اردو ادب کے روسی تراجم کی فہرست اور اردو کے ادبا کی تخلیقات پر سوویت ادبی نقادوں کے رسالوں اور مضامین کی فہرست دی گئی ہے۔

اردو کی اچھی تحریریں انگریزی زبان میں

لکھنؤ سے حال ہی میں ۲۰۹ صفحات پر مشتمل انگریزی کی ایک کتاب نیو جنریشن نمبر ۲ کے نام سے شائع ہوئی ہے جس کے چیف ایڈیٹر ستیش بترا ہیں۔ اس میں رام لعل، وزیر آغا، کمار پاشی، بلراج کومل، محمود ہاشمی، حسین مشیر علوی، جوگندر پال، کرشن موہن، وفیہ منظور حسین، ہرچرن چاولہ، سعید اریج ہاشمی اور ستیش بترا کی تخلیقات ہیں جو اس سے پہلے اردو میں بھی شائع ہو کر مقبول ہو چکی ہیں۔ اس کتاب کی قیمت ایک روپیہ رکھی گئی ہے۔

چیف ایڈیٹر کے نوٹ کے مطابق نیو جنریشن کی ہر جلد کو ایک مشہور ادیب یا شاعر ایڈیٹ کرے گا۔ چنانچہ نیو جنریشن نمبر ۳ کے ایڈیٹر رام لعل مقرر ہوئے ہیں۔ ایک اعلان کے مطابق آئندہ کتاب میں اردو افسانے میں تنہائی کی نوعیت، اور اردو شاعری پر فرانسیسی ادب کے اثرات، عنوانات کے تحت دو سمپوزیم بھی شامل ہوں گے جن میں شرکت کے لیے جدید کہانی کاروں اور شاعروں کو دعوت دی گئی ہے۔ اس کے علاوہ سید احتشام حسین کے ساتھ ایک انٹرویو اور پانچ جدید افسانے و آٹھ جدید نظمیں بھی شامل ہوں گی۔

یہ کتابیں میسرز رام اڈوانی بک سیلرز حضرت گنج لکھنؤ سے طلب کی جا سکتی ہیں۔

(نامہ نگار)

صفدر آہ

اردو میں لغت اسم مذکر ہے

میں نے اپنے مراسلہ یکم نومبر ۱۹۶۶ء (ہماری زبان) میں لفظ لغت کی تذکیر و تانیث کے متعلق ایک تفصیلی مضمون لکھنے کا وعدہ کیا تھا۔ اس مضمون کے لیے مجھ سے کئی تقاضے ہو چکے ہیں۔ خاص کر جب سے جناب نجم الحسن صاحب انجم ادیب نے حضرت شان الحق حقی کا نوٹ شائع شدہ اردو نامہ کراچی ہماری زبان یکم اپریل ۶۷ء میں محوّلہ شائع فرمایا ہے ان تقاضوں میں اور بھی اضافہ ہو گیا ہے۔ بہرحال حسب وعدہ یہ اجمالی مضمون حاضر ہے۔

حقی صاحب کی زیادتی یہ ہے کہ ترقی اردو بورڈ پاکستان کے اجمالی لغت پر ذاتی تصرف فرما کر اس لغت کے کوزے خود لفظ لغت غلط شائع کر رہے ہیں۔ کسی جماعت کے ستون کی یہ بالادستی سخت حیرت ناک ہے اردو میں نہ لغت مونث تھا، نہ ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ میں نے حقی صاحب کے نوٹ کا مفصل جواب اردو نامے کو روانہ کر دیا ہے۔ اردو نامے کے مدیر اعلیٰ حضرت جوش مجھے لکھ چکے ہیں کہ وہ لغت کو اسم مذکر سمجھتے ہیں۔ خود حقی صاحب سے اس معاملہ میں تقریباً بیس پچیس صفحے کی خط و کتابت ہو چکی ہے۔ مگر ایک تو حقی صاحب مزاجاً ضد کی پسند ہیں، دوسرے ان کی یہ غلطی اب ان کے لیے ذاتی وقار کا سوال بن چکی ہے۔

طریقہ یہ ہے کہ اگر کسی زبان کے لفظ پر اہل علم میں اختلاف پیدا ہو جائے تو اس زبان کے مستند لغات کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور لفظ کے معاملے میں لغات کا فیصلہ ہی فیصلہ آخر ہوتا ہے۔ آئیے لفظ لغت کی تذکیر و تانیث کے لیے بھی اردو کے مستند لغات پر نظر ڈالیں۔

نصاب کے غیر معروف چھوٹے چھوٹے لغتوں کو چھوڑ کر اردو کے مستند لغات حسب ذیل ہیں:

۱۔ خان آرزو کا لغت۔ (نوادر الالفاظ)

اس لغت میں صرف ہندی الفاظ مندرج ہیں اور اس کی عبارت فارسی ہے۔ لفظ لغت اس میں نہیں ہے۔

۲۔ رشک لکھنوی کا لغت۔ (نفس اللغت)

اس لغت میں بھی صرف ہندی الفاظ درج ہیں۔ نیز اس کا صرف پہلا حصہ شائع ہوا ہے جس میں باب لام نہیں ہے۔ لہٰذا لفظ لغت اس میں نہیں آیا ہے۔ لیکن اس کے شائع شدہ حصے کے دیباچہ میں نشتر کاکوروی نے اپنی تحریر میں لغت کو مذکر ہی استعمال کیا ہے۔

چونکہ رشک مسلم الثبوت استاد تھے اور ناسخ کی شاگردی سے پہلے وہ فیض آباد میں میر انیس کے والد میر خلیق کے شاگرد تھے۔ لہٰذا خاندان انیس میں نفس اللغت کا بڑا احترام تھا اور اس کا ایک مکمل قلمی نسخہ انیس اور ان کے بھائیوں کے ہاتھ کا نقل کیا ہوا خاندان انیس میں موجود تھا۔ سرخ روشنائی سے لفظ تحریر تھے اور سیاہ روشنائی سے ان کے معنی لکھے تھے۔

ایک مرتبہ لکھنؤ کی ینگ پارٹی کے شعراء اور آسی مرحوم میں ایک مباحثہ ہوا۔ نوجوان شعراء کہتے تھے "کہ سند کے بل گرنا" درست ہے اور آسی کہتے تھے "منہ کے بل گرنا" ٹھیک ہے۔ آسی صاحب کے سامنے دو ایک سندیں پیش کی گئیں لیکن ان کو مرحوم نے کاتب کی غلطی کہہ کر رد کر دیا۔ اس وقت رشک کا یہ لغت نکال کر لایا گیا تھا جس میں خود میر انیس کے قلم کا لکھا ہوا "بل" موجود تھا۔ آزادی کے بعد معلوم ہوا کہ یہ لغت پاکستان آ چکا ہے۔

غالباً خاندان عارف کا کوئی صاحبزادہ اسے لے گیا ہے۔

۳۔ جلال لکھنوی کے دو لغت (گلشن فیض، سرمایۂ زبان اردو)

ان دونوں لغات میں بھی ہندی الفاظ درج ہیں۔ لہٰذا لفظ لغت نہیں آسکا۔ گلشن فیض کا دیباچہ فارسی میں ہے لیکن سرمایۂ زبان اردو کا دیباچہ اردو میں ہے اور جلال نے لفظ لغت کو مذکر تحریر کیا ہے۔

۴۔ امیر مینائی لکھنوی کا لغت۔ (امیر اللغات)

اس عظیم لغت کا بالکل ابتدائی حصہ شائع ہوا ہے جس میں باب لام نہیں آیا ہے لیکن دیباچے میں امیر نے لغت کو کئی بار مذکر تحریر کیا ہے۔

۵۔ عزیز لکھنوی استاد جوش و اثر کا لغت۔ (عزیز اللغات)

یہ اردو محاوروں کا لغت ہے۔ لیکن اس کے دیباچے میں عزیز نے لفظ لغت کو کئی بار مذکر تحریر کیا ہے۔

۶۔ مولوی سید احمد دہلوی کا لغت (فرہنگ آصفیہ)

مولوی سید احمد صاحب زبان دلی کے مستند ترین ماہر ہیں۔ اپنے لغت فرہنگ آصفیہ کی چوتھی جلد میں وہ لفظ لغت کے لیے رقمطراز ہیں۔

لغت۔ (اسم مذکر)

(۱) کسی قوم کی زبان، بولی، بھاشا۔ وہ اصوات و حکایات جن کے وسیلے سے آدمی اپنے مطالب اور اغراض بیان کرتا ہے۔

(۲) وہ الفاظ جن کے معنی مشہور نہ ہوں۔

(۳) شبد۔ کلمۂ مفرد، ورڈ۔

(۴) ڈکشنری، کوش، کتاب لغت، فرہنگ

۷۔ خواجہ عبدالحمید۔ بی۔ اے (لاہور) کا لغت (جامع اللغات)

خواجہ صاحب اپنے ضخیم لغت کے حصۂ چہارم میں لفظ لغت کے لیے رقمطراز ہیں:

لغت۔ (ع۔ اسم مذکر)

(۱) لفظ۔ کلمۂ مفرد۔ شبد

(۲) بولی۔ زبان۔ بھاکا۔ بھاشا

(۳) فرہنگ۔ کوش۔ ڈکشنری

۸۔ مولوی نور الحسن کاکوروی کا لغت (نور اللغات)

جناب مولوی نور الحسن اپنے مشہور زمانہ لغت کے حصۂ چہارم

میں لفظ لغت کے لیے لکھتے ہیں:-

لغت (ع) کسی قوم کی زبان، اصطلاح میں وہ الفاظ جن کے معنی مشہور نہ ہوں۔

(مذکر، بولی، زبان، لفظ، ڈکشنری۔

منیر سے

توحید کردگار کی فرہنگ ڈھونڈ دیکھ　　ہرگز لغت نہیں ہے عدیل وسہیم کا

بحر سے

خورشید میں نے اس کو نہ لکھا تو کیا عجب　　میری کتاب میں یہ لغت منتخب نہ تھا

اردو کے یہی مشہور اور مستند لغت ہیں جن میں دہلی، لکھنؤ یہاں تک کہ جامع اللغات کے ذریعے پنجاب کی بھی نمائندگی ہوگئی ہے۔ ان تمام لغات کا بلا استثنا بالاتفاق فیصلہ یہ ہے کہ لفظ لغت بہ معنی مذکر اور صرف مذکر ہے۔ کسی معمولی لغت نے بھی اس کے خلاف فیصلہ نہیں دیا ہے۔ حقی صاحب کا یہ حکم کہ لغت بہ معنی لفظ مذکر اور بہ معنی کتاب لغت مونث ہے خود ساختہ اور قیاسی ہے جس کی تائید کسی ادنیٰ درجے کے لغت سے بھی نہیں ہو سکتی۔ مندرجۂ بالا لغات نے لغت بہ معنی کتاب کو بھی مذکر تحریر کیا ہے۔

اس کے علاوہ تذکیر و تانیث کے رسائل میں استاد جلال لکھنوی، استاد جلیل اور آفاق بنارسی وغیرہ سب نے لغت کو مذکر ہی تحریر کیا ہے۔ ایک رسالہ بھی تذکیر و تانیث میں ایسا نہیں ہے جو اس لفظ کو مونث کہے۔

چوٹی کے دو اساتذہ منیر اور بحر نے بھی لغت کو مذکر نظم کیا ہے۔ مستند اہل قلم نے بھی اپنی تحریروں میں لفظ لغت کو مذکر لکھا ہے جیسے

۱۔ جلال لکھنوی

کسی لکھنوی اردو زبان نے کوئی لغت ایسا کہ جامع ہو۔۔۔ نہیں لکھا۔　　(دیباچہ سرمایۂ زبان اردو)

۲۔ امیر مینائی لکھنوی

(۱) ان کے درباروں اور کتب خانوں میں یہ لغت جگہ پائے گا۔

(۲) کوئی مذہبی تالیف نہیں بلکہ صرف زبان کا لغت ہے

(۳) امید ہے کہ یہ لغت اردو زبان کے متعلق ہر شائق زبان کو فائدہ پہونچائے گا۔　(دیباچۂ امیر اللغات)

۳۔ مولانا شبلی

"تصویر کے لغت میں اس لفظ کے معنی بدل جائیں گے۔"　　(سوانح مولانا روم (باب التوحید)

۴۔ ریاض خیرآبادی۔

"یہ لغت سید ضامن علی جلال لکھنوی کا ہے"

(نثر ریاض صفحہ ۱۲۱)

۵۔ مولوی نور الحسن کاکوروی صاحب نور اللغات

"اردو زبان کا کوئی مکمل اور مستند لغت تیار ہو جائے"

(دیباچۂ نور اللغات)

۶۔ پروفیسر محمود شیرانی

عہد مغلیہ میں جو لغت تصنیف ہوئے۔

(حفظ اللسان صفحہ ۳۵)

۷۔ عزیز لکھنوی استاد جوش و آثر وغیرہ

(۱) ان ضروریات کا لحاظ کرکے یہ لغت لکھا گیا۔

(۲) میں نے یہ لغت اپنے مکرم دوست جناب مولوی حافظ جلال الدین احمد صاحب کی فرمائش پر لکھا۔

(۸) نشتر کاکوروی

اردو کا ایک لغت لکھا۔

(دیباچۂ نفس اللغت)

(۹) ڈاکٹر سید سلیمان حسین

انھوں نے اپنا لغت جس کا تاریخی نام نفس اللغت تھا مرتب کیا۔　　(ہماری زبان ۲۲ مارچ ۶۷ء صفحہ ۳)

(۱۰) مختار الدین آرزو

ہماری زبان کا ایک ضخیم لغت جناب یوسف الدین بلخی نے بہت محنت سے مرتب کیا۔　　(ہماری زبان یکم مئی ۶۷ء صفحہ ۱۲)

(۱۱) مرحوم آفاق بنارسی صاحب معین الشعرا شاگرد جلیل

اردو زبان کے مروجہ الفاظ کا ایسا لغت۔

(معین الشعرا، صفحہ اول)

ان کے علاوہ جناب طاہر تحسین علوی اپنے مراسلہ یکم اپریل ۶۷ء (ہماری زبان) میں کارآمد اسناد پیش کئے ہیں۔ جن پر ایک نظر ڈال لی جائے۔

بہرحال تمام اہل لغت تمام اہل فن اور مستند اہل قلم اردو میں لغت کو اسم مذکر مانتے ہیں، جس کے بعد اس کی تذکیر لغات اور فن کی کتابوں میں پہونچ کر قانون زبان بن چکی ہے۔ اس قانون کا انحراف خواہ کسی سے بھی ہو خطا اور غلطی ہے۔ اگر کسی کا احترام ہی رکھنا ہو تو اس کی غلطی کو سہو اتفاقی یا سہو کتابت کہہ سکتے ہیں۔

حقی صاحب نے ایک اور مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے کہ لفظ لغت بالاصل (یعنی عربی میں) مونث ہے۔ لہٰذا اسے اردو میں بھی مونث ہونا چاہیے میری گذارش ہے کہ اردو عربی کی تابع نہیں ہے عربی میں بہت سے لفظ ایسے ہیں جو مونث ہیں لیکن وہی لفظ اردو میں مذکر ہیں جیسے:-

شمس	عربی میں مونث	اردو میں مذکر
نفس	، ، ،	، ، ،
بیضہ	، ، ،	، ، ،
ہاویہ	، ، ،	، ، ،
بئر	، ، ،	، ، ،
جہنم	، ، ،	، ، ،
مخنقہ	، ، ،	، ، ،

(باقی صفحہ ۷ پر)

غزلیں

(نذرِ اقبال)

خورشید اختر بسوانی

جلوہ گہہ فرش و عرش کشتۂ پئے حیات
یہ بھی مری کائنات، وہ بھی مری کائنات

اے دلِ سعدی نہیں اسے تو ہے صفات
آ کہ بتادوں تجھے عشق و وفا کے نکات

آج ہے کائنات رقص کناں ہے وہی
جس کے اشاروں پہ تھی رقص کناں کائنات

آہ وہی قوم جو عمر بذلت نصیب
جس کا فسانہ کہیں دجلہ و نیل و فرات

میری خرد بت فراز میرا جنوں بت شکن
میں کہ خرد کا حریف مجھ میں جنوں کی صفات

ق

کوششِ تیر زباں نعرہ زن لا الٰہ
مخزنِ علم و فنون منبعِ ذات و صفات

گاہ زمیں کا امام گاہ فلک پر قیام
فاتحِ ارض و سما صورت شاہنشہی کی ذات

میرے ہر اک شعر میں خونِ جگر کی نمود
میرے سخن سے عیاں رازِ دلِ کائنات

رنگ تغزل ہے اور فکر تدبر ہے آج
اختر رنگیں مزاج اور یہ اقبالیات

علیم اختر غازی پوری

حل کوئی مل سکا نہ اسی اضطراب میں
صدیاں گذر گئیں مری اک ہی جواب میں

دن کی کشید پی کے شبِ ماہ تند ہے
خورشید کا لہو ہے رگِ ماہتاب میں

زہر اب میں بھی جیسے حلاوت ہو شہد کی
شامل ہے میرا غم بھی غمِ بے حساب میں

تکمیل کی حدوں میں تحیّر ہے درد کا
تو ہے کہ اضافہ قیامت کے باب میں

تنہا ہوں راہِ زیست میں ہر اک ہمسفر کے ساتھ
اک جرم سا جو گی تھی کبھی انتخاب میں

پڑتا ہے عکس رنگ تو ہے سیم تن سحر
رنگت ہے روشنی کی کرن آفتاب میں

ہر تو خلوصِ طبع ہے مشتاق ہوں آپ سے
ورنہ جڑتے ہیں کرن سے ہوتی حجاب میں

تعبیر اس کی ہو نہ کہیں طولِ ہجرِ یار
اک وحشتِ بے پناہ سا آیا ہے خواب میں

اختر سے حیلہ کے ہمیں حل کر یا سکوں
بے وجہ دل کو ڈال دیا تھا عذاب میں

اقبال ردولوی

(محترمی باقر مہدی کی نذر)

کیوں بار بار کہتے ہو پیمانہ چاہیے؟
انداز میکدے میں فقیرانہ چاہیے

مانا کہ سرکشی نہیں دستورِ عشق کا
تم کو بھی اتنا ناز نہ فرمانا چاہیے

اس دور میں بھی شمعِ وفا ہم جلا گئے
ہم کو بڑے خلوص سے سمجھانا چاہیے

ہاتھوں میں آج جام ہے سر ہے شعور کے
اب اعتبارِ ساقیِ میخانہ چاہیے

گر ٹھان لیں تو موڑ دیں طوفاں کا رخ ابھی
ہم جیسے سرکشوں سے نہ الجھانا چاہیے

ق

باقر کی بات ہم کو بھی جی سے پسند ہے
اہلِ قلم کو داد بھی دینا تو چاہیے

نظمیں وہ سیدھی کہ جیسے ہوں سیدھی زباں میں
فنکار اٹھ کے سب کو وہ سمجھانا چاہیے

کچھ دل کی دھڑکنوں میں تو ان ساما آچلا
اقبال بزمِ ناز میں پھر جانا چاہیے

نقش نویس

ایشیائی حالات سے متاثر ہو کر

اختر اکبر آبادی

یہ سڑکیں
یہ کھیت وہ تاروں کی تھرکن
ملیں کارخانے
یہ تھیٹر وہ ہوٹل
کلب اور عدالت
یہ درگاہیں
تراہیں
وہ تاروں کی چھیں
کہاں بھیڑ بھاگی ہوئی جا رہی ہے
یہ کس کی عمارت کھڑی ہوئی ہے
بہت شور و غل ہے
بڑی کھلبلی ہے
میں جنس وفا اب کہاں سے خریدوں
کدھر آ گیا ہوں
کبھی کچھ سنا یہ جو ہوا ہی ہے کیسی
کہاں جا رہی ہیں وہ دھڑکتی فضائیں
کدھر جا رہی ہیں وہ خونخوار زنجیر
جہازوں کی گڑگڑ
گنوں کی وہ تڑتڑ
فضاؤں میں پھیلی ہوئی چھا رہی ہیں
وہ فطرت ان کی خوشیوں کی صدا ہیں
نہ اور اک ادب کا
نہ احساس کل کا
یہ فرصت سے بڑھ کر لیے دور فرصت
یہ اسکول کالج
حرم یہ کلیسا
سیاسی اکھاڑے محبت کے مقتل
وہ کردار بکھرے وہ افکار بکھرے
اُدھر کب رہے ہیں ادب بکھرے
وہ نازک جذبے
یہ سوکھے سے چہرے
بڑی کھلبلی ہے
میں جنس وفا اب کہاں سے خریدوں
کسے روک کر میں بہاروں کی دنیا کے نقشے کو کھینچوں

جلیس جنجوی

مسئلہ قومی زبان کے نام

(گذشتہ بیس سال کا تبصرہ)

قومی زبان اور اشتراکیت کے مسئلے پر ایک مضمون شایع کیا جا رہا ہے مسئلے کی اہمیت کے پیش نظر اس پر اظہار خیال کی دعوت دی جاتی ہے۔ مضامین سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں اور ادارہ اپنی رائے آخر میں شایع کرے گا۔ (ادارہ بارہ)

زبان کا مسئلہ اختلافی ہونے کا باعث اور اس کا بنیادی سبب لسانی بنیاد پر ریاستوں کی از سر نو تقسیم ہے۔ کل ہند کانگریس نے یہ فیصلہ ایفائے عہد کی غرض سے کیا تھا۔ لیکن ملک اور قوم کے حق میں کانگریس کا یہ فیصلہ نہایت خطرناک ثابت ہوا جس کا بعض صائب الرائے کانگریسیوں کو اب تک ملال ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک میں انتہا پسند رجحانات کا بول بالا ہو گیا۔ صوبائیت زور پکڑنے لگی۔ رفتہ رفتہ مرکزیت اور علاقائی توازن بگڑنے لگا۔ اس کے علاوہ فرقے بڑھے اور ہر ریاست میں لسانی اقلیتوں کے حقوق کا ایک نیا مسئلہ پیدا ہو گیا۔

کانگریسی ارباب اقتدار سے دوسری غلطی یہ سرزد ہوئی کہ تعلیمی مسئلہ کو کل ہند کرنے کی بجائے ریاستی مسئلہ قرار دیا۔ یہی باعث ہے کہ ملک کے برجستہ میں مقامیت کو مرکزیت پر ترجیح دی جانے لگی ہے اور ملک کا ہر گوشہ اپنا اپنا راگ الاپنے لگا ہے۔ ملک و ملت کے اس انتشار کو محسوس کرتے ہوئے سب سے آخری مرتبہ مرکز کے سابق وزیر تعلیمات شری ایم۔ سی۔ چھاگلا نے تعلیم کے مسئلہ کو کل ہند بنانے کی کوشش کی۔ بدقسمتی سے بعض ریاستی وزرائے اعلیٰ کی ضد سے ان کی یہ کوشش بار آور نہ ہوئی۔

گذشتہ ماہ میں وزرائے تعلیمات کی دہلی کانفرنس میں ایک نیا الجھاؤ یہ پیدا ہوا کہ "سرکاری زبان" اور "ذریعہ تعلیم" کو خلط ملط کر دیا گیا ہے۔ یہ گویا شعوری یا غیر شعوری طور پر صوبائیت کی طرف پھر نیا اقدام ہے۔ گذشتہ بیس سال کی تاریخ میں کبھی ریاستی سطح پر اور کبھی کل ہند سطح پر تعلیم کا مسئلہ سیاسی قلابازیوں کا شکار ہوتا رہا ہے اور مختلف تعلیمی نظاموں کے تجربہ ہی تجربہ میں دو نسلیں ختم ہو گئیں۔ لیکن ہندوستانی بچوں کی بدبختی تو دیکھئے کہ ہمارے سیاسی ماہرین تعلیم اب تک کسی ایک تصفیہ پر نہیں پہنچ سکے۔

صحیح اور مناسب طریقہ تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ سرے سے تعلیم کا مسئلہ غیر سرکاری بنا دیا جائے جیسا کہ ترقی یافتہ ممالک میں ہو رہا ہے یا بصورت دیگر ماہرین تعلیم کا ایک کل ہند مشاورتی بورڈ قائم کیا جائے تاکہ ان کی تجاویز اور تعاون سے ریاستی تعلیمی مجلسیں مستفید ہو سکیں۔

دو لسانی رقیب گروہ

اس وقت ملک میں انگریزی کے حامیوں اور مخالفین کے دو گروہ پیدا ہو گئے ہیں۔ انگریزی کے رقیب گروہ کا دعویٰ ہے کہ شمال کی اکثر و بیشتر ریاستوں کی علاقائی زبان ہندی ہے اس لیے یہی ملک کی عام اور قومی زبان بننے کی مستحق ہے۔ حالانکہ اس وقت بھی کیا ہندی کیا غیر ہندی علاقوں کی دفتری زبان کی حیثیت سے انگریزی ہی کا عمل دخل ہے جس کی بدولت ملک کا اتحاد اور قومی یک جہتی قائم و باقی ہے۔

انگریزی کے حامی گروہ کا کہنا یہ ہے کہ ہندی بھی دوسرے علاقائی زبانوں کی طرح ایک علاقائی زبان ہے صرف ہندی کو قومی زبان قرار دینا در اصل دوسرے علاقائی زبانوں کے حقوق کے خلاف ہے اور اس کو دوسری زبانوں پر ترجیح دینے کے برابر ہے اور اس کے علاوہ ہندی چونکہ ابھی عبوری دور سے گزر رہی ہے اس لیے وہ اس قابل نہیں ہے کہ قومی زبان کہلائی جا سکے۔ علاوہ ازیں دو چار ہندی ریاستوں کی زبان کو تمام ہندوستان کی قومی زبان بنانا غیر ہندی ریاستوں پر ہندی ریاستوں کا غلبہ برپا کرنے کے برابر ہے اور ایسا کرنا حق و انصاف کے خلاف ہے۔

مسئلہ قومی زبان کی بحث کی رو میں ہندی اور انگریزی کے قضئے کے پیچھے خاموش طور پر ایک نیا فتنہ پرورش پا رہا ہے جو اکثر کی نظروں سے اوجھل ہے اور یہ مسئلہ قومی زبان سے بھی زیادہ خطرناک ہے جس کا ایک ہلکا سا مظاہرہ گذشتہ ماہ کی دہلی کانفرنس میں ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر ریاست میں ثانوی تعلیم حتیٰ کہ اعلیٰ تعلیم صرف علاقائی زبانوں میں دی جائے اور یہ کہ پانچ سال کی میعاد میں ۱۹۷۰ء تک مجوزہ اسکیم مکمل اور عام ہو جائے۔ ہمارے وزرائے تعلیم اور صدر کانفرنس تریگنا سین نے یہ نہیں سوچا کہ اس کا انجام کیا ہوگا حالانکہ اس تصفیہ پر سب کے سب نہ صرف متفق الرائے ہوئے ہیں بلکہ خوشی کا اظہار بھی کیا گیا ہے۔ کانفرنس کے خاتمے پر صدر کانفرنس تریگنا سین کا یہ کہنا کہ یہ تصفیہ اس بات کی غمازی کر رہا ہے کہ بحیثیت قومی زبان کے ہندی کی طرف ایک امید افزا اقدام ہے۔ انگریزی کے حامیوں کے لیے ایک غور طلب امر ہے۔

ہر ریاست میں ثانوی تعلیم حتیٰ کہ اعلیٰ تعلیم جب علاقائی زبان میں دی جائے گی اور ہر ریاست کی دفتری زبان علاقائی ہوگی تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک ریاست کا طالب علم جو مستقبل کا شہری ہے دوسری ریاست میں نا اہل قرار دیا جائے گا۔ اسی طرح ایک ریاست دوسری ریاست سے بیگانہ اور ایک ریاست کے باشندے دوسری ریاست کے لیے غیر ملکی بن کے رہیں گے۔ رفتہ رفتہ یہ بیگانگی ملک کے اتحاد اور قومی یک جہتی کے لیے خطرے کا باعث ہوگی۔ اس کے علاوہ ہر ریاست میں لسانی اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کا مسئلہ الگ تصفیہ طلب رہ جاتا ہے۔

مسئلہ تصفیہ

کسی تصفیہ اور حل سے پہلے یہ پیش نظر رہے کہ ملک کی موجودہ حیثیت کیا ہے۔ کن امور کی تبدیلی کی ضرورت ہے اور کس طرح ان پر عمل درآمد ہو سکتا ہے۔ ورنہ ہمارا "فیصلہ" ہوائی قلعہ اور "خلا میں فیصلہ" کے مترادف ہوگا۔

مسئلہ زبان کے تصفیہ کا حل خواہ وہ لسانی فارمولے میں ہو یا سہ لسانی فارمولے سے لیکن کسی رد و رعایت کے بغیر اس بنیادی

اصول کو مان لیا جائے کہ مادری زبان اور انگریزی کی تعلیم ہر دست کے لیے مساوی طور پر لازمی ہے۔ ان دو کی تکمیل اعلیٰ تعلیم کے لیے شرط قرار دی جائے۔ البتہ نصاب کی تکمیل کے لیے ان دو کے علاوہ ہندی یا کسی ہندوستانی زبان کا سیکھنا طلبہ کے ذوق اور اختیار پر چھوڑ دیا جائے۔ ثانوی تعلیم کے لیے ذریعۂ تعلیم بحیثیت موجودہ علاقائی یا مادری زبان ہی برقرار رہے۔ انگریزی ذریعۂ تعلیم کے لیے ہر کالج میں ایک یا دو جماعتیں مخصوص کر دی جائیں جہاں اعلیٰ تعلیم علاقائی زبانوں میں بھی دی جائے اور اس میں داخلہ کا حق طلبہ کے اختیار پر چھوڑ دیا جائے۔ یہی تصفیہ سب کے لیے منصفانہ اور موجودہ تقاضوں کو پورا کر سکتا ہے اور اسی کی بدولت علاقائی زبانوں کی ہمہ جہتی ترقی، قومی یک جہتی اور ملک کا اتحاد باقی رہ سکتا ہے۔

موجودہ تعطل کا حل اور لسانی بنیاد پر ریاستوں کی از سرِ نو تعلیم کی تلافی صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ ایک عبوری دور تک قومی زبان کا تصور خواہ کچھ بھی ہو، ہر ریاست کا دفتر انگریزی میں رہے تاکہ مرکز کے ساتھ ریاستوں کا رابطہ قائم رہ سکے ورنہ یہ خوف بے جا نہیں کہ ہر ریاست دوسری ریاست سے منقطع ہو کر ایک مستقل پایۂ تخت کی صورت میں تبدیل ہو جائے گی۔ ایک بار جب یہ رشتہ ٹوٹ جائے گا تو دوبارہ اس کا جڑنا مشکل ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ جب ہر ریاست کا دفتر علاقائی زبان میں ہوگا اور اعلیٰ تعلیم تک بھی محض علاقائی زبان میں ہوگی تو عام لوگوں کی دلچسپی اور توجہ انگریزی سے ہٹ جائے گی صرف ذہین طبقہ انگریزی کی طرف رخ کرے گا اور یہی انگریزی داں طبقہ زندگی کے ہر شعبے پر چھا جائے گا۔ اوسط درجہ کا طبقہ اور عام لوگ علاقائی زبان کے نشے میں بہہ کر علاقائی زبان کے عالم تو بن جائیں گے لیکن ان کی شکل وہی ہوگی جو آج کل کے ہندوستانی اور مغل سکالروں کی ہے۔

انگریزی کی ہمہ گیر حیثیت

بعض احباب کے نزدیک انگریزی کے ساتھ سوتیلی ماں کا سا برتاؤ صرف ایک ردعمل کی حیثیت رکھتا ہے کہ ہماری اپنی ایک قومی زبان ہو اور وہ ملکی زبانوں میں سے کوئی ایک ہو۔ حالانکہ انگریزی بھی دیسی زبان کی حیثیت سے کم نہیں ہے۔ شمال سے لے کر جنوب تک اور مشرق سے لے کر مغرب تک ہندوستان کے ہر حصے اور ہر علاقہ میں اس کا عمل دخل اور رواج اس قدر عام ہو گیا ہے کہ درحقیقت انگریزی علاقائی زبانوں کی زبان بن گئی ہے۔ یہی نہیں بلکہ تقریباً دنیا کے تمام علوم و فنون کا ادبی، تحقیقی اور علمی خزانہ اس میں اس قدر سما گیا ہے اور اس کی افادی حیثیت کا یہ عالم ہے کہ اب یہ کسی خاص ملک اور قوم کی زبان نہیں رہی بلکہ یہ ایک عالمی زبان بن چکی ہے۔ اس طرح انگریزی نہ صرف بین الاقوامی زبان ہے بلکہ برصغیر ہند کے لیے بین الریاستی زبان بھی ہے۔ خصوصاً تمام اقوامِ عالم میں تکنیکی تعلیم کے لیے انگریزی ناگزیر بن گئی ہے۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ انگریزی کا دوسرا نام علم اور علم کا دوسرا نام انگریزی ہے۔ مخالفین انگریزی کے نزدیک بہانہ یہ ہو

کہ قانون کی نظر میں یہ بدیسی ہے۔ اگر یہی اس کا نقص ہے تو اس کا آسان حل یہ ہے کہ اس کو قانوناً دیسی زبان قرار دے دیا جائے۔ بس سارا اختلاف ختم ہو کے رہ جاتا ہے۔

انگریزی کے حامی گروہ کی ذمہ داری

انگریزی کے حامی گروہ کا یہ فریضہ ہے گروہ اپنی ہر قسم کی ذہنی صلاحیتوں کی بدولت انگریزی کے مخالفین پر اپنا اثر و رسوخ ڈالے اور ان پر یہ واضح کر دے کہ اسی میں طرفین کی بھلائی اور ہندوستان کی فلاح و ترقی مضمر ہے اس لیے انگریزی کی مخالفت نہ کی جائے۔ ہر طرح کے سمجھانے بجھانے کے بعد بھی انگریزی کے مخالفین پر کچھ اثر نہ ہو تو اس کا دوسرا رخ اور مجبوری کا حربہ یہی ہے کہ انگریزی کی حامی ریاستیں اپنی اپنی ریاستوں میں حسب دستور بحالت موجودہ ریاست کا دفتر انگریزی میں بحال رکھیں۔ دونوں گروہ جب تک کسی ایک متفقہ فیصلہ یا تصفیہ پر نہ پہنچیں انگریزی کی حامی ریاستیں انگریزی دفتر کو نہ بدلیں۔ انگریزی کی حمایت کا عملی ثبوت صرف اسی طور پر دیا جا سکتا ہے ورنہ انگریزی کی حمایت بے معنی ہو کر رہ جائے گی۔ خصوصاً مدراس ریاست ہر مشکل امر میں جیسا کہ ہمیشہ سے رہنمائی کرتی آئی ہے اس مسئلہ میں بھی دوسروں کی رہنمائی کے لیے روشن مینار بن جائے۔

باقی صفحہ ۱ سے آگے

جسم — عربی میں مؤنث — اردو میں مذکر

اس طرح لغت عربی میں مؤنث اور اردو میں مذکر السنہ میں اردو کا امتزاج گھٹانے کے لیے اس کی تذکیر و تانیث پر بے قاعدگی کا الزام لگانا اردو دشمنی ہے اردو ایک ایسی زبان ہے جس میں مختلف المزاج السنہ کے الفاظ بکھرے پڑے ہیں ان الفاظ کی تذکیر و تانیث کو پوری طرح قاعدوں کی گرفت میں لانا آسان نہیں ہے اردو نے بھی تذکیر و تانیث کے قاعدے بنائے ہیں لیکن یہ قاعدے کلیہ مطلق نہیں بن سکے۔ ہر قاعدے میں مستثنیات کافی تعداد میں موجود ہیں۔

غیر ذی روح کے اسماء کی تذکیر و تانیث ظاہر ہے قیاس ہی پر ہوگی لیکن یہ قیاس صرف زبان کے نو وارد لفظوں پر ہوگا۔ مثلاً لفظ "اسپٹنک" ابھی ہماری زبان میں آیا ہے۔ اگر ہم اسے ہوائی جہاز یا اڑن کھٹولہ قیاس کریں گے یہ مذکر ہوگا۔ اگر مشین قیاس کریں تو مؤنث ہوگا۔ لیکن جو الفاظ اردو کے ٹکسال میں داخل ہو کر جزو لغات بن چکے ہیں ان میں قیاس کی بالکل گنجائش نہیں اگر ٹکسال اور معیار کی لغو میں قیاس کو چھوٹ دے دی جائے تو زبان میں تذکیر و تانیث کا برتنا ناممکن ہو جائے گا۔ مثلاً زیر نظر لفظ لغت ہی کو لے لیجیے اگر اسے قیاس آرائی کے سپرد کر دیا جائے تو۔

۱۔ ایک کہے گا لغت کتاب ہے لہٰذا اسے مؤنث ہونا چاہیے۔ ۲۔ دوسرا کہے گا کتاب عربی میں مذکر ہے۔ لہٰذا لغت کو مذکر ہونا چاہیے۔ ۳۔ تیسرا کہے گا لغت فہرست الفاظ ہے اسے مؤنث کہتے ہیں۔ ۴۔ چوتھا کہے گا یہ ذخیرۂ الفاظ ہے لہٰذا مذکر ہے۔ ۵۔ پانچواں کہے گا یہ لفظوں کی لڑی ہے لہٰذا مؤنث۔ ۶۔ چھٹا کہے گا یہ مجموعۂ الفاظ ہے لہٰذا مذکر ہے۔ غرض اس طرح علم تذکیر و تانیث ایک مذاق بن جائے گا۔

اسناد سے لے کر استدلال تک میں نے بے حد اختصار برتا ہے لیکن امید ہے کہ اب اس موضوع پر کسی مزید بحث کی گنجائش نہیں رہے گی۔

مراسلہ

ہمزہ کیوں، کے بارے میں

عالی جناب ڈاکٹر گوپی چند جی نارنگ کے مضمون مطبوعہ یکم مئی ۱۹۶۷ء کے جواب میں اس اظہار کے بعد کہ اردو میری اکتسابی زبان ہے میں نے یہ جرأت کی تھی کہ ہمزہ کی ہیئت اصلی کی نقاب کشائی کر دوں تاکہ اردو میں دلچسپی لینا لوگوں کو ناگوار نہ گزرے ہماری زبان علی گڑھ کے ۸ مئی ۱۹۶۷ء کے شمارے میں ڈاکٹر گوپی چند جی نارنگ نے اپنے مضمون کی دوسری قسط بھی ہمارے سامنے رکھ دی ہے۔ اس میں "انگریزی زبان کے" "واویلز" کا سہارا لے کر ہمزہ کی تشہیر کی گئی ہے۔ یہ بات ڈاکٹر صاحب موصوف پر بھی واضح ہے کہ اردو زبان کی اساس ہندستانی بھاشاؤں پر رکھی گئی ہے اور اردو میں تمام تر عربی الفاظ سمو دینے کی غرض سے ہمزہ عربی زبان سے مستعار لیا گیا ہے کہ دیوناگری اصوات کی خانہ پری کی جا سکے ڈاکٹر گوپی چند جی نارنگ نے اپنے "تازہ مضمون کے پیرا نمبر ۵ میں مستعار الفاظ کے تحت خودستائی، خودنمائی، بے وفائی، بے حیائی، سرخ روئی، کج ادائی اور بے نوائی ایسے مرکب الفاظ دے رکھے ہیں جو بالکل بے محل ہیں۔ اردو زبان میں تقریباً تمام الفاظ مستعار ہیں۔ خودستائیاں، خودنمائیاں، بے وفائیاں، بے حیائیاں وقس علیٰ ہٰذا کی تاریخ تو زیر بحث آ سکتی تھی۔ مرکب الفاظ جن میں کوئی رد و بدل نہ کیا جا سکے اس ضمن میں دور از شمول ہیں۔ ذرائع، وقائع، صنائع، قائم، کائنات وغیرہ الفاظ میں ہمزہ کا استعمال یا آزمائش، فرمائش، ستائش وغیرہ میں ہمزہ کی موجودگی فارسی والوں کی پیروی میں ہے اس پہچان میں سب مہمل ہے مفرد الفاظ میں جہاں غائب، جائز، فائدہ ایسے الفاظ ڈاکٹر گوپی چند جی نارنگ نے گنوائے ہیں وہاں کائنات، عجائب، جرائد، وظائف اور حقائق کو بھی اسی صف میں شامل کر کے گڑبڑ پھیلانے کی نیو ڈالی ہے۔ جہاں تک کھاؤ، جاؤ، آئے، جائے، پائی، کھائی وغیرہ پر ہمزہ کا علاقہ ہے میری دانست میں اردو والوں نے ہندی الفاظ کو اشباع دینے کے لیے یائے مقصورہ کو چنا ہے اور یہ بھی فارسی والوں کے تتبع میں ہے۔ کچھ عرصہ پہلے واؤ معکوس سے کام لے کر "اوجھول" کا تلفظ ظاہر کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔ نظیر میں طاؤس کی واؤ پر پیش کی حرکت سے واؤ معروف کا تلفظ کیا جا سکتا تھا لیکن ایک قاعدہ کلیہ بنانے کے لیے اہل علم دوستوں نے طاؤس کا املا "طاؤس" کر دیا۔

عالی جناب ڈاکٹر گوپی چند جی نارنگ نے اضافت کا شوشہ خواہ مخواہ چھوڑ دیا ہے اردو زبان کو علامتِ اضافت سے کوئی واسطہ نہیں ہے اضافت فارسی الفاظ میں مستعمل ہے اگر مضاف اور مضاف الیہ الفاظ کو اردو سے یکسر خارج کر دیں تو اردو زبان میں کوئی کمی پیدا نہیں ہوتی۔ اردو زبان میں اضافت کے لیے کا۔ کے۔ کی ایسے الفاظ ہندی بھاشا کے تتبع میں ہیں۔ مضاف الفاظ کو رواج دے کر اردو کے صوتی معیار کو بلند کیا گیا ہے اور یہ عروج فارسی عربی اور ترکی الفاظ کی استعداد کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔ مثلاً "پری درشن کی جے" "بابع" میں نفسیاتی طور پر آدمی کے قوی پر وہ اثر مترتب نہیں ہوتا جو انقلاب زندہ باد کے نعرے میں پنہاں ہے۔ خیر یہ تو ضمناً کہنا پڑا۔ ہائے مختفی پر ہمزہ البتہ قابل غور ہے جو کسرہ کا قائم البدل بنا کر لایا گیا ہے۔ میرے نزدیک یہ طریقہ صرف اس لیے اختیار کیا گیا ہے کہ ہائے ہوز میں امتیازی رنگ رہے کیونکہ جس حال میں حرف علت کے بعد ہائے مختفی واقع ہو تو کسرہ سے اضافت کا اظہار کیا جاتا ہے مثلاً شبیہ، آہ۔ گناہ۔ جاہ۔ کوہ۔ شکوہ۔ اندوہ۔ انبوہ۔ گروہ وغیرہ اور اگر ہائے مختفی یا ہائے ہوز کے حرف ماقبل سے پہلے حرف علت موجود ہو تو اضافت بہ شکل ہمزہ لائی جاتی ہے مثلاً خانۂ، خمیازۂ، یا مغبرۂ، دیدۂ، تیرۂ، آزمودۂ، فرمودۂ وغیرہ۔ یہ اضافت چونکہ فارسی زبان سے متعلق ہے اس لیے اردو زبان پر بحث کرتے ہیں اسے موضوع سخن بنانا ناروا ہے۔

طلائے خام۔ اردوئے معلی، دریائے غم وغیرہ الفاظ میں بھی اردو کو منسلک کر کے ڈاکٹر صاحب موصوف نے اچھا قدم نہیں اٹھایا کیونکہ یہ مرکبات بھی فارسی سے مستعار لیے گئے ہیں۔ ہمزہ اور اضافت کو منسلک کر کے اردو زبان پر نکتہ آرائی بے محل ہے۔ ہمزہ اردو والوں نے ہندوستانی الفاظ کی اصوات کو تشکیل کرنے کے لیے فارسی یا عربی زبان سے لیا ہے اس لیے ہمزہ کے استعمال پر فارسی الفاظ سے سہارا لینا نادرست ہے۔ نائی۔ ناؤ۔ نئی وغیرہ الفاظ البتہ بحث میں شامل ہو سکتے ہیں۔

میں جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں اردو میری اکتسابی زبان ہے اور میں یقیناً ایسے اصحاب سے استفادہ کروں گا جو اس سلسلے میں ذرا تفصیل سے لکھیں گے۔

(آغا خلش کاشمیری)

اردو کو دوسری سرکاری زبان بنانے کا مطالبہ

سکریٹری شاخ لکھنؤ کا اخباری بیان

لکھنؤ۔ انجمن ترقی اردو کے سکریٹری ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی نے ایک اخباری بیان میں کہا ہے کہ ملک کے اتحاد اور سلامتی کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ اردو کو کم از کم اتر پردیش، بہار اور دلّی میں دوسری سرکاری زبان کا درجہ دیا جائے تاکہ ان ریاستوں کے کروڑوں عوام ایک مضبوط تہذیبی رشتے میں بندھے رہیں۔

انھوں نے کہا ہے کہ ریاستی وزیر تعلیم جناب رام پرکاش نے اپنے ایک بیان میں کہا تھا کہ ہم انگریزی کو اس لیے برداشت کرتے ہیں کہ وہ ایک بین الاقوامی زبان ہے اور اس کے ذریعہ ہم بیرونی دنیا سے اپنے رابطے مضبوط کرتے ہیں۔

ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی نے رام پرکاش کو جواب دیتے ہوئے کہا ہے کہ جس طرح انگریزی بیرونی دنیا سے ہمارے روابط مضبوط کرنے میں مدد دیتی ہے حالانکہ اس ملک میں خود اس کا کوئی علاقہ نہیں ہے بالکل اسی طرح اردو کے ذریعہ خود اندرون ملک میں مختلف ریاستوں کے درمیان تہذیبی روابط مضبوط کر کے یک جہتی پیدا کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔

بیان میں کہا گیا ہے ریاستی وزیر تعلیم کے بقول اردو کا کوئی مخصوص علاقہ نہیں ہے لیکن وہ ملک کی ہر ریاست میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ اردو ملک کے کروڑوں انسانوں کی مادری زبان ہے اور ہماری مشترکہ تہذیب اور متحدہ قومیت کی علامت ہے اس کو دستور میں بھی ایک اہم زبان تسلیم کر لیا گیا ہے اس لیے ایک باشعور جمہوری حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ اردو جیسی جمہوری زبان کو دوسری سرکاری زبان تسلیم کر کے ملک کی سلامتی اور یک جہتی کو مستحکم کرے۔ (قومی آواز)

بہار ریاستی شاخ کی مجلس عاملہ کی اہم میٹنگ

ریاست میں اردو کے مسائل کا جائزہ

پٹنہ۔ بہار ریاستی انجمن ترقی اردو کی مجلس عاملہ کی ایک نشست دفتر بہار ریاستی انجمن ترقی اردو دریاپور میں ہوئی نشست کی صدارت صدر انجمن جناب غلام سرور نے کی۔

سب سے پہلے جناب شمیم احمد صدیقی اسسٹنٹ سکریٹری نے گذشتہ مجلس عاملہ اور کاؤنسل کی رپورٹ پڑھ کر سنائی جس کی تصدیق کی گئی۔

ایجنڈے کے مطابق سب سے پہلے ممبر سازی کے کام کا جائزہ لیا گیا اور طے پایا کہ اردو دوستوں کے شدید مطالبہ کی بنا پر ممبر سازی کی آخری تاریخ میں توسیع کر کے ۲۵ جون کر دی جائے لیکن ادھ کٹیوں اور رقم کو تاکی واپسی کی آخری تاریخ ۳۰ جون میں کوئی توسیع نہیں کی گئی یہ بھی طے پایا کہ کونسل کی آئندہ نشست میں اس ترمیم کی تصدیق کرائی جائے۔

دفتر کی رپورٹ میں بتایا گیا کہ اب تک ۵۰ ہزار رسیدیں شاخوں اور اردو دوستوں کو بھیجی جا چکی ہیں پندرہ ہزار سے زیادہ رسیدوں کے مطالبے کی تکمیل کی جا رہی ہیں۔

مندرجہ ذیل تجویز بہ اتفاق رائے پاس ہوئی۔

"یہ جلسہ طے کرتا ہے کہ انجمن بہار بھر میں اردو آبادی کو متحد و منظم کر کے اس بات کے لیے تیار کرے اور زمین ہموار کرے کہ اگر اردو کو بہار کی علاقائی اور دوسری سرکاری زبان بنانے کے مطالبہ میں حکومت نے تاخیر و تامل سے کام لیا تو پھر بہار کی اردو آبادی اپنی تحریک کی طاقت اور جد و جہد کے بل بوتے پر یہ حق منوائے اس غرض سے ممبر سازی کی مہم تیز کرنا شاخوں کا جال بچھا دینا اور تنظیم کو مستحکم کرنا سب سے پہلا کام ہوگا۔" (سنگم)

آندھرا پردیش کے چودہ اضلاع میں تیلگو کے ساتھ

اردو بھی سرکاری زبان

حیدرآباد۔ یہاں ایک سرکاری بیان میں بتایا گیا ہے کہ آندھرا پردیش کے چودہ اضلاع میں اردو بھی تیلگو کے ساتھ سرکاری زبان رہے گی۔ تینتالیس علاقوں میں اردو کو یہ پوزیشن حاصل ہوگی ان میں سے چوبیس تلنگانہ کے علاقے ہیں۔ (سیاست)

بہار میں ہر سال اردو جاننے والے سوا ہزار اساتذہ

بحال کئے جائیں گے

پٹنہ۔ حکومت بہار کی وزارت تعلیمات کے متعلقہ محکمہ کے جاری کردہ ایک سرکلر کے مطابق اسٹیٹ بھر میں پرائمری ایجوکیشن کے لیے ہر سال بارہ ہزار ٹیچر بحال کئے جائیں گے۔ سرکلر میں ہدایت دی گئی ہے کہ دس گیارہ فی صد اساتذہ اردو جاننے والے بحال کئے جائیں تاکہ پرائمری اسکولوں میں اردو کے ذریعہ تعلیم پانے والے بچوں کو ان کی مادری زبان میں تعلیم دی جا سکے باصلاحیت حضرات کو چاہیے کہ وہ اپنے ضلع کے ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر کے پاس جلد سے جلد اپنی درخواستیں دیں یہ بحالیات ڈسٹرکٹ ایجوکیشن پلاننگ کمیٹیوں کے ذریعہ ہوں گی۔ واضح رہے کہ اس سال وزیر تعلیم نے ہر ضلع کی ایجوکیشن پلاننگ کمیٹی میں انجمن کا ایک نمائندہ بھی نامزد کیا ہے۔ اس نامزدگی کا اعلان جلد ہی ہونے والا ہے۔ (سنگم)

بہار کے ۲۷ سرکاری ہائی اسکولوں میں اردو بھی ذریعہ تعلیم

پٹنہ۔ حکومت بہار کی وزارت تعلیمات نے فوری طور پر اردو کے ذریعہ بھی تعلیم دئے جانے کے لیے فی الحال ۲۷ سرکاری ہائی اسکولوں

کا انتخاب کر لیا ہے۔ وزارت نے محکمہ کو ہدایت کر دی ہے کہ مذکورہ اسکولوں کو فوراً یہ ہدایت بھیجیں کہ وہ اسی سیشن سے ان لڑکوں کو جن کی مادری زبان اردو ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ ان کا ذریعۂ تعلیم اردو ہو ان سب کو اردو کے ذریعہ پڑھانے کا بندوبست کریں۔ وزارت نے محکمہ کو یہ بھی تاکید کی ہے کہ وہ اس غرض سے جلد از جلد اردو ٹیچروں کی بحالی عمل میں لائے۔ چنانچہ اردو ٹیچروں سے تقرری کے لیے اشتہار بھی دیا گیا مگر اس امر پر حیرت کا اظہار کیا جا رہا ہے کہ اس بار مذکورہ اشتہار ایمپلائمنٹ ایکسچینج کے توسط سے کیوں دیا گیا۔ خود ڈپارٹمنٹ نے براہ راست اشتہار کیوں نہیں دیا۔ ۲۷ر تاریخ کو اشتہار چھپا اور ۳ر جون درخواست دینے کی آخری تاریخ تھی۔ اتنی کم مدت یقیناً ناکافی ہے۔ تیسری بات یہ کہ اشتہار مذکور صرف انگریزی میں دیا گیا، جب اردو داں مطلوب تھے تو تمام اردو اخباروں میں ضرور مشتہر کرنا چاہیے تھا۔ چوتھی بات یہ کہ اشتہار میں بجائے یہ لکھنے کے کہ اردو داں اساتذہ کی بحالی عمل میں آئے گی یہ لکھا گیا کہ اردو جاننے والوں کی ترجیح دی جائے گی۔

سنجیدہ حلقوں میں یہ کہا جا رہا ہے کہ پھر سے اور بہتر طور سے مشتہر کرنے کی ضرورت ہے باقی اسکولوں میں اردو کو ذریعہ تعلیم بنانے کی اسکیم بھی مرتب کی جا رہی ہے۔ (سنگم)

اردو کو اتر پردیش کی دوسری سرکاری زبان بنایا جائے

ادبی اجتماع میں ادیبوں اور شاعروں کا مطالبہ

لکھنؤ۔ یہاں کے اردو کے ادیبوں اور شاعروں نے ایک مخصوص ادبی اجتماع میں ایک قرارداد کے ذریعہ اتر پردیش حکومت سے پرزور مطالبہ کیا کہ وہ اردو کو اتر پردیش کی دوسری سرکاری زبان قرار دینے کا اعلان جلد از جلد کرے تاکہ اردو کو اس کا جمہوری حق مل سکے اور اس کے ساتھ ساتھ اردو داں عوام کے دلوں میں نئی حکومت کی اردو سے متعلق پالیسی کے بارے میں جو شکوک اور شبہات پیدا ہو گئے ہیں وہ دور ہو سکیں۔

قرارداد میں کہا گیا ہے کہ سنیکت ودھایک دل نے اپنے ۲۳ نکاتی مشترکہ پروگرام میں اردو کو ثانوی زبان کا درجہ دینے کا پروگرام رکھا تھا۔ اب جب کہ سنیکت ودھایک دل برسر اقتدار ہے اس کا اخلاقی اور قانونی فرض ہے کہ وہ اردو داں عوام سے کیے ہوئے اس وعدے کو جلد از جلد پورا کرے۔ قرارداد میں سنیکت ودھایک دل میں شریک تمام ترقی پسند اور جمہوری پارٹیوں سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ حکومت کو ۲۳ نکاتی مشترکہ پروگرام پر جلد درآمد کرنے کے لیے مجبور کریں تاکہ اردو کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ مل سکے۔

یہ مخصوص ادبی اجتماع چودھری نفیس احمد صاحب مرحوم ایڈوکیٹ کے دولت کدہ واقع پارک گونگے نواب میں ہوا تھا جس کی صدارت مولانا محمد ہاشم فرنگی محلی نے کی تھی مذکورہ بالا قرارداد سعادت صدیقی نے پیش کی تھی۔ اور یہ متفقہ طور پر منظور ہوئی۔ آخر میں ایک محفل مشاعرہ بھی منعقد ہوئی جس میں غلام احمد فرقت کاکوروی، منظر سلیم، عرفان لکھنوی، شاہجہاں بانو یاد دہلوی، شوق لکھنوی، آفتاب لکھنوی، اور قمر لیسوانی وغیرہ نے شرکت کی۔ (قومی آواز)

مدراس کے سوا سب ریاستوں کو تین زبانوں کا فارمولا تسلیم

نئی دہلی۔ مرکزی وزیر تعلیم ڈاکٹر تری گنا سین نے آج لوک سبھا میں ایک تحریری جواب میں کہا کہ مدراس کے سوا تمام ریاستوں نے تین زبانوں کا فارمولا اصولی طور پر تسلیم کر لیا ہے۔

ریاست مدراس ہندی کو لازمی مضمون بنانے پر راضی نہیں ہے اس نے ہندی کو اختیاری مضمون کے طور پر پڑھائے جانے کے لیے بندوبست کیا ہے۔

ڈاکٹر سین نے کہا کہ ریاستی حکومتوں کے نام کوئی ہدایت جاری نہیں کی جا سکتی اس لیے کہ تعلیم ریاستوں کے دائرہ اختیار کا معاملہ ہے۔ (قومی آواز)

حیدرآباد کے مشن اسکولوں میں اردو کے ساتھ غیر منصفانہ رویہ

حیدرآباد۔ حیدرآباد کے مشن اسکولوں میں اردو کے ساتھ انتہائی غیر منصفانہ رویہ اختیار کیا جاتا ہے۔ ان اسکولوں میں زبان اول و دوم کی حیثیت سے تلگو اور ہندی کا انتظام تو ہے لیکن اردو کی تعلیم کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ جن کی مادری زبان اردو ہے اور جو اردو پڑھنا چاہتے ہیں تلگو یا ہندی پڑھنے پر مجبور کیے جاتے ہیں۔

معتمد انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش نے ناظم تعلیمات کو اس صورت حال کو واقف کراتے ہوئے مطالبہ کیا ہے کہ وہ شخصی دلچسپی لے کر مشن اسکولوں میں اردو کی تعلیم کا انتظام کرائیں۔ مشن اسکول بھی سرکار سے امداد پاتے ہیں اس لیے انھیں حکومت اور تعلیمات کی پالیسی کے خلاف ایسے طلبہ کو جن کی مادری زبان اردو ہے اردو کی تعلیم سے محروم کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ (ترقی اردو)

مرکزی سرکار نے اردو کے سوال کو رد کر دیا

نئی دہلی۔ مرکزی وزیر داخلہ جناب وائی بی چوہان نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لوک سبھا میں بتایا کہ حکومت ہند اردو کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ دینے کے سوال پر غور نہیں کر رہی ہے حال ہی میں حکومت بہار نے اردو کو ثانوی سرکاری زبان کا درجہ دینے کا فیصلہ کیا تھا۔ ایک دوسرے جواب میں انھوں نے کہا کہ آندھرا پردیش کے چند علاقوں میں تلگو کے علاوہ اردو کو بھی استعمال کرنے کی گنجائش رکھی گئی ہے۔ (سنگم)

شاخ بمبئی کے زیرِ اہتمام سردار جعفری کے اعزاز میں ایک تہنیتی جلسہ

انجمن ترقی اردو (شاخ بمبئی) نے ۱۰ جون کو صابو صدیق پالی ٹیکنک کے ہال میں اردو کے مشہور شاعر سردار جعفری کو "پدم شری" کا اعزاز ملنے پر تہنیت پیش کی۔ ریاستی شاخ کے صدر جناب سکندر رحمی دچھوری نے جلسے کی صدارت فرمائی۔ اپنی تقریر میں انھوں نے سردار جعفری کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے ان کی ادبی و علمی خدمات کا تذکرہ کیا۔

جعفری صاحب کی تقریر سے پہلے سید شہاب الدین دسنوی جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو نے سردار جعفری صاحب کو شاخ بمبئی کی طرف سے اور محمود چھاپرہ صاحب نے ریاستی شاخ کی طرف سے پھول اور ہار پیش کیے۔

سردار جعفری صاحب نے انجمن کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اس پیچیدگی کا ذکر کیا جس میں اس ملک کا ادیب یا شاعر آج اپنے آپ کو پاتا ہے۔ آزادی کی جدوجہد تک اس کی راہ بڑی صاف اور روشن تھی، حکومت وقت کی مخالفت اور اس سے عدم تعاون اس کا مقصد تھا۔ لیکن اب جمہوری نظام میں وہ طریقہ کار لازم نہیں۔ آخر میں جعفری صاحب نے فرمایا کہ وقت ہے کہ اب تک ادیبوں اور شاعروں نے بات نہیں طے کی ہے کہ انھیں سرکاری اداروں، کمیٹیوں وغیرہ سے تعاون کرنا چاہیے یا نہیں اور ہو تو کس حد تک۔

(سید شہاب الدین دسنوی جنرل سکریٹری)

راج نرائن راز کے مجموعہ کلام کی رسم اجرا

دہلی۔ اردو کے نوجوان شاعر راج نرائن راز کے پہلے مجموعہ کلام "چاندنی اساڑھ کی" کی رسم اجرا ہندی بھون میں ہوئی۔ اس جلسے کے دعوت نامے زبیر رضوی، مخمور سعیدی اور کمار پاشی نے جاری کیے تھے۔ اس جلسہ کی صدارت جناب شاد لکھنوی نے فرمائی۔

ابتدا میں زبیر رضوی نے محفل کی غرض و غایت بیان کی اور راز صاحب کو ان کے پہلے مجموعے کی اشاعت پر مبارکباد دیتے ہوئے ان کی شاعری کے بنیادی اوصاف کی وضاحت کی۔ اس کے بعد جناب محمود ہاشمی اور کمار پاشی نے مضامین پڑھے۔ مضامین کے بعد مخمور سعیدی اور کوثر چاند پوری نے راز صاحب کی شاعری پر تقریریں کیں اور گلوشاعر رام گوپال نے منظوم مبارکباد پیش کی۔ آخر میں حاضرین کی فرمائش پر راز صاحب نے کچھ اپنی نظمیں سنائیں۔

(مرسلہ مخمور سعیدی)

حلقۂ فکر و نظر حیدرآباد کا ماہانہ ادبی جلسہ

حلقۂ فکر و نظر کا ماہانہ ادبی اجلاس نواب میر احمد علی خاں کی قیام گاہ "واجد منشن" شلیوریہ میں منعقد ہوا، جس کی صدارت حیدرآباد کے ممتاز شاعر شاذ تمکنت نے کی۔ اس اجلاس میں دو ادیب، دو شاعر" کے عنوان سے اردو کے جدید فنکاروں کی تخلیقات پیش کی گئیں۔ جس کا آغاز راشد آذر کے کلام سے ہوا جنھوں نے اپنی منتخب نظمیں اور غزلیں سنا کر داد حاصل کی۔ احمد جلیس نے ایک افسانہ "چھپکلی" پیش کیا جس پر کافی بحث ہوئی۔ اس محفل کے دوسرے شاعر مصحف اقبال توصیفی نے اپنی تازہ نظمیں اور غزلیں سنائیں اور کافی داد حاصل کی۔ آخر میں احمد جلیس نے ایک مزاحیہ مضمون "دن کا ایک ماڈرن مشاعرہ" پڑھا جو دلچسپ اور شگفتہ ہونے کے باعث بہت زیادہ پسند کیا گیا۔ مباحثہ میں حسن علی مرزا، ایم۔ ٹی۔ خاں، وقار خلیل، نواب میر لئیق علی خاں، رؤف خلش، بشیر انور، راشد آذر، عوض سعید اور مصحف اقبال توصیفی وغیرہ نے حصہ لیا۔ شاذ تمکنت نے صدارتی تقریر کرتے ہوئے اس محفل میں پیش کردہ تمام تخلیقات پر سیر حاصل تبصرہ کیا۔ اور اس قسم کی ادبی نشستوں کی افادیت پر روشنی ڈالی۔ معتمد حلقۂ فکر و نظر، بشیر انور کے شکریے پر یہ دلچسپ محفل اختتام کو پہنچی۔

(بشیر انور۔ معتمد حلقۂ فکر و نظر حیدرآباد)

اثر لکھنوی کے انتقال پر حلقۂ ارباب فکر دہلی کا تعزیتی جلسہ

حلقۂ ارباب فکر جاودی بازار دہلی کی جانب سے بتاریخ ۱۰ جون ۱۹۷۸ء بوقت ۵ بجے شام ایک تعزیتی جلسہ ملک کے مایہ ناز شاعر اور نامور ادیب مرحوم مرزا جعفر علی خاں صاحب اثر لکھنوی کی وفات حسرت آیات پر زیرِ صدارت حضرت شمیم کرہانی منعقد ہوا جس میں مندرجہ ذیل تجویز غم پاس ہوئی۔

"حلقۂ ارباب فکر جناب اثر لکھنوی مرحوم کی وفات کو ادبی دنیا کے لیے ایک نقصان عظیم تصور کرتا ہے۔ مرحوم نہ صرف ایک عظیم شاعر تھے بلکہ اردو ادب کے بہترین نقاد بھی تھے۔ زبان و بیان پر مرحوم کو اعلیٰ عبور حاصل تھا۔ انھوں نے اپنی شاعری کے ذریعے ادب اردو کی جو خدمت انجام دی ہے وہ ناقابل فراموش ہے۔ حلقۂ ارباب فکر کے جملہ ممبران مرحوم کے پسماندگان کو دلی ہمدردی و تعزیت پیش کرتے ہیں۔"

(جاوید شمشاد، سکریٹری)

تبصرے

شہریار

نئی تخلیق ۔ صاحب عاصمی

قیمت :۔ تین روپے پچھتر پیسے

پبلشر :۔ ادارہ تخلیق کار ، پوسٹ بکس نمبر ۲۰ ۔ لاہور

۲۱۶ صفحات کی اس کتاب میں غزلیں ، نظمیں ، خطوط ، افسانے ، انگریزی نظمیں سبھی کچھ شامل ہے کتاب کا سرورق " جدتوں " کا آئینہ دار ہے مثلاً کتاب ملنے کا پتہ اس طرح تحریر ہے کہ " ہر بک اسٹال اور بک ڈپو سے مل سکتی ہے " مصنف کی دیگر تصانیف کے احوال میں لکھا ہے کہ " مصنف کی لاتعداد کتابیں اور کتابچے نظم و نثر میں چھپ چکے ہیں جن میں کچھ مصنف کے نام سے بھی ہیں اور متعدد کتابیں مختلف ناشرین کو جملہ حقوق کے ساتھ فروخت کر دی گئی ہیں "

نثر و نظم کے جو نمونے اس کتاب میں شامل ہیں ان کو پڑھ کر حیرت ہوتی ہے کہ یہ کتاب لاہور سے شائع ہوئی جو غدر کے بعد سے اب تک جدید ادبی تحریکات و رجحانات کا مرکز رہا ہے ۔

راحت و جراحت ۔ مرزا حسن بیگ مرزا سیمابی

قیمت :۔ دو روپے

ملنے کا پتہ :۔ مکان نمبر (۵۹۲ ۔ ۴ ۔ ۲۲) اندرون یاقوت پورہ حیدر آباد نمبر ۲۳ (اے ۔ پی)

مرزا سیمابی بقول سید محمد صاحب " ایک کہنہ مشق شاعر ہیں ساری عمر زبان و ادب کے مطالعہ اور درس و تدریس میں گذاری "

راحت و جراحت مرزا صاحب کے کلام کا انتخاب ہے جس میں حمد ، نعت ، نظمیں ، غزلیں اور قطعات شامل ہیں کلام کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کو زبان و بیان پر قدرت ہے اور ہر مسئلہ اور موضوع پر اپنے خیالات کو سرعت اور سلیقہ کے ساتھ نظم کر سکتے ہیں ۔ اس انتخاب میں فطرت کے مناظر اور ہندوستان کی اہم ادبی ، اور سیاسی شخصیتوں پر بعض خوبصورت نظمیں شامل ہیں غزلوں میں عام روایت کی پابندی کی گئی ہے ۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں ۔

بھری محفل میں یہ کس کی کمی محسوس کرتا ہوں
در و دیوار پر افسردگی محسوس کرتا ہوں

محبت میں فنا ہو نا حیات جاودانی ہے
مگر مر مر کے جینا بھی کمال زندگانی ہے

حوادث سے گذرنے کو وہ کب مشکل سمجھتے ہیں
کسی سے پیار کو جو زیست کا حاصل سمجھتے ہیں

انتخاب تقاریر ۔ الطاف احمد خیری

قیمت :۔ ایک روپیہ پچھتر پیسے

ملنے کا پتہ :۔ تنظیم سنٹرل دفتر انجمن ترقی اردو راجستھان جے پور

ریاستی انجمن ترقی اردو راجستھان کے صدر جناب الطاف احمد خیری صاحب کی اہم تقاریر کے اس انتخاب کی اشاعت و ترتیب جناب احترام الدین احمد شاغل جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو راجستھان کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے ۔ خیری صاحب راجستھان کی تہذیبی ، ادبی ، علمی اور سماجی زندگی میں ایک اہم مقام رکھتے ہیں جس کا اندازہ ان تقاریر کے موضوعات کے تنوع سے بخوبی کیا جا سکتا ہے ۔ اس انتخاب میں چینی جارحیت اور ہمارا فرض ، " اچھے اخلاق " اور " دلکش جے پور " اچھی تقریریں ہیں ۔

آتشیں ۔ عبدالجبار نسیم آزدی

قیمت :۔ تین روپے پچاس پیسے

ملنے کا پتہ :۔ دفتر مجلس اشاعت ، مجاہد پور ، بھاگلپور

نسیم آزدی کی نظموں اور غزلوں کے اس مجموعے کی ضخامت ۲۴۸ صفحات ہے ۔ ابتدائی ۹۸ صفحات انتساب ، عرض حال اور تقریظوں کے لیے وقف ہیں " نسیم آزدی کی شاعری " کے عنوان سے ۴۸ صفحے کی طویل نظموں میں جناب امان اللہ غازی نے نسیم آزدی کی شاعری کی خصوصیات کو نمایاں کرنے کے ساتھ ساتھ شاہ آباد ضلع کے ادبی و تاریخی پس منظر کو بھی تفصیل سے بیان کیا ہے ۔ ادبی و تاریخی پس منظر کی یہ تفصیل بڑے دلچسپ شگفتہ انداز میں بیان کی گئی ہے ۔

نسیم آزدی صاحب کی شاعری کے محرکات وہی حالات ، حوادث اور واقعات ہیں جو ہندوستان کے تقریباً ہر نوجوان کو اپنی ابتدائی زندگی میں پیش آتے ہیں ۔ یہ حالات ، حوادث اور واقعات سچے ، فطری اور حقیقی ہونے کے باوجود اچھی اور بلیغ شاعری کے محرک نہیں بن سکے ہیں ۔ کچھ تو اس لیے کہ ان موضوعات کو برتنے میں نسیم آزدی صاحب نے روایتی ، فنی طریقوں سے کام لیا ہے اور کچھ اس لیے کہ کثرت استعمال سے یہ موضوعات پامال ہو چکے ہیں اور ان میں کسی قسم کی تاثیر یا کشش باقی نہیں رہی ہے ۔ بعض نظموں کے کچھ حصے اور چند غزلوں کے کچھ اشعار ضرور ایسے ہیں جو موثر شاعری کے نمونے کہے جا سکتے ہیں ۔

مالک انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ پرنٹر ضمیر الدین قریشی نے مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ میں چھاپا اور پبلشر نذیر حسین نے دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ سے شائع کیا